شاہ اکرام حسین سیکری

شخصیاتِ سندھ
یادیں اور تأثرات

مولانا دین محمد صاحب ادیبؔ مرحوم

راقم سے ایک روز دورانِ ملاقات مطب میں پروفیسر حضور احمد سلیمؔ نے کہا کہ یہاں حیدرآباد شہر میں ایک بسا غنیمت شخصیت مولانا دین محمد صاحب ادیبؔ کی ہے بظاہر بہت گمنام ہیں مگر ان کا علمی مقام یہ ہے کہ مثنوی مولانا رومؒ کا انھوں نے مکمل سندھی زبان میں بہت عمدہ منظوم ترجمہ فرمایا ہے۔ خانۂ ... ایران حیدرآباد کے سربراہ جناب فرزانہ صاحب ایک روز چھوٹی گھٹی سے گزر ر... تھے، کباڑی کی دکان پر ان کو اسی کتاب کا ایک نسخہ ملا وہ خرید کر لے گئے، پھر مصنف کی نسبت ضروری معلومات حاصل کیں اور خود ان کے مکان پر ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا اپنے گھر میں بڑی بے سروسامانی کے ساتھ رہتے تھے۔ فرزانہ صاحب کو یہ حال دیکھ کر بہت افسوس ہوا، چنانچہ انھوں نے روزمرہ کی ضروریات کا بہت سا سامان خرید کر مولانا کی خدمت میں پیش کیا اور پھر ان کے اعزاز میں خانۂ فرہنگ ایران میں ایک خصوصی اجتماع ہوا جس میں مولانا صاحب کی عزت افزائی کی گئی، یہی ذکر پہلا غائبانہ تعارف ہے۔

مولانا مرحوم ـــ خدا غریقِ رحمت کرے ـــ قدیم تہذیب کی یادگار تھے۔ مجھ سے ملاقات

اس وقت ہوئی جب وہ عمر کی آخری منزلیں طے کر رہے تھے۔ غائبانہ تعارف کو ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ ایک دن مطب میں ایک صاحب مریض کی کرسی پر آکر بیٹھے۔ صورت شکل بھی دیہاتیوں جیسی اور کپڑے بھی دیہاتیوں جیسے ــــ میں نے سمجھا کوئی دیہات سے آیا ہے ــــ پوچھا فرمایئے کیسے تشریف لائے ہیں؟ وہ بولے میں دین محمد ادیب ہوں۔ پروفیسر سلیم کا کرایا ہوا غائبانہ تعارف فوراً یاد آگیا۔ میں ان کے اعزاز میں کھڑا ہوکر ان سے بغل گیر ہوا۔ مزاج پرسی کی اور عرض کیا آپ کی تشریف آوری میری عزت افزائی کا باعث ہے۔ اس جملے سے وہ خوش ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انھوں نے محسوس کیا ہے کہ ابھی خال خال ان کے قدردان اور عظمت شناس پائے جاتے ہیں۔ ان کی صورت اور پوشش دونوں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ حال کیا ہے

صورت ببیں حالش مپرس

کا نقشہ سامنے تھا۔ چرخ ناہنجار نے ہر دور میں اہل علم کو کس قدر خوار اور بےحال کیا ہے۔ غالبؔ مرحوم نے خوب کہا تھا ؎

گفتنی نیست کہ برغالبؔ ناکام گزشت
میتواں گفت کہ ایں بندہ خداوند نداشت

میں نے بڑے دکھ سے یہ دیکھا کہ سندھ کا یہ گوہر [illegible] یہ افلاس کے عذاب سے دوچار اور گردش افلاک کے ہاتھوں لاچار ہے۔ کاش سندھ کے یہ بڑے بڑے رئیس اور جاگیردار حضرات سب مل کر کوئی ایسا اجتماعی مالی ادارہ قائم کرسکتے جو ضرورت مند علمی شخصیات کی کفالت کا ضامن ہوتا۔ ہم سب باشندگان سندھ کے لیے حقیقت میں یہ بات بہت شرم ناک ہے کہ ہم اپنی علمی شخصیت کی قدر نہ کرسکے۔

خیر ــــ دوران گفتگو وہ مجھے دیکھ رہے تھے، غالباً میرے چہرے کا تاثر پڑھ رہے تھے اور میں ان کو دیکھ رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا، کاش اس عظیم علمی شخصیت کو قدرت مال سے بھی نوازتی ــــ کسی نے کہا ہے اور صحیح کہا ہے ؎

کہ قدرِ مرد بعلم استؔ و قدرِ علم بمال

بالآخر وہ گویا ہوئے —— مجھ سے بہت لوگوں نے آپ کا ذکر کیا، عرصہ سے آپ کے پاس آنے کا ارادہ کر رہا تھا - خدا نے آج آپ سے ملا دیا - بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں جن سے مل کر جی خوش ہوتا ہے آپ ان میں سے ایک ہیں -

میں نے عرض کیا- اس بندہ نوازی کے لیے میں شکر گزار ہوں- ابھی تھوڑے دن پہلے آپ کا غائبانہ تعارف پروفیسر حضور احمد سلیم کے ذریعہ ہوا تھا- میں بھی آپ سے ملاقات کا مشتاق تھا- شکر ہے کہ آج ملاقات کا شرف حاصل ہو گیا- علمی دنیا کے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے ملاقات کا شرف صاحب ملاقات کو بھی عزت بخشتا ہے- آپ ان میں سے ایک ہیں - خوش ہو کر مسکرائے اور کہا، عرصہ سے میری صحت ٹھیک نہیں ہے علاج کی غرض سے آیا ہوں، اپنے لیے خصوصی توجہ چاہتا ہوں -

میں نے مزاح کے انداز میں کہا، میں تو خود آپ کا بیمار ہوں، بیمار سے بیمار کا علاج کیونکر ممکن ہے؟ وہ ہنسنے لگے اور ہاتھ آگے بڑھا دیا- میں نے نبض دیکھی - دماغ، اعصاب، دل، معدہ اور جگر سب کمزور ہو چکے تھے- میں نے عرض کیا آپ کے جسم میں بہت سی کمزوریوں نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں - انھوں نے کہا، ان سب کمزوریوں کو توانائیوں میں تبدیل کرنے کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں -

میں نے نسخہ لکھا اور دواخانے سے دوائیں پیش کر دیں- انھوں نے فرمایا بل کیا ہے؟ میں نے کہا— آخری شب کی دعائے خیر —— انھوں نے خندہ پیشانی سے اس حقیر پیش کش کو قبول فرمالیا-

پھر جانے کے لیے اُٹھنے لگے- میں نے عرض کیا ابھی تشریف رکھیے، میرے ساتھ چائے پی کر مجھے ممنونِ احسان فرمائیے - فرمایا آپ نے جس محبت اور خلوص سے مجھے دیکھا، میری جی داری کی اور دوائیں دیں، یہ کافی ہے - میں نے عرض کیا، وہ آپ کا مجھ پر حق تھا اور یہ میرا آپ پر حق ہے- فرمایا اچھا منگوائیے - تواضع کا تقاضا بھی تھا کہ انھیں کم ازکم چائے پیش کی جائے - مگر حقیقت میں میرے دل کا تقاضا تھا کہ اس بہانے اُن کو اور روکا جائے اور مزید گفتگو کے لیے راہ ہموار کی جائے - میں نے

چائے لانے کے لیے اپنے آدمی کو کہا اور اُن سے پوچھا، ضُعف اور پیری کے ان ایام میں وقت کیسے بسر ہو رہا ہے؟ لڑکے کتنے ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ اتنے میں چائے آگئی، ان کے سامنے چائے رکھ دی گئی - وہ ایک دم کچھ گم سے ہو گئے، چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، چائے کی پیالی پر نظر تھی - پھر دفعتہً گویا ہوئے ایک لڑکا تھا جو میری ساری خوشیوں کا مرکز تھا، نوجوان! پڑھا لکھا! عین جوانی میں وہ انتقال ہو گیا وہ مر گیا اور میں زندہ درگور ہو گیا، وہ مر گیا اور مجھے مار گیا، جب سے وہ مرا ہے میرا یہ حال ہو گیا ہے میں اگرچہ زندہ ہوں مگر مردوں کے برابر ہوں، اپنی لاش کو خود اٹھائے پھرتا ہوں - انھوں نے یہ الفاظ اتنے دکھ اور کرب کے ساتھ کہے کہ میں سخت روحانی اذیت میں مبتلا ہو گیا - پیری اور جوان بیٹے کا غم! خدا اپنی پناہ میں رکھے - مرحوم اکبر الٰہ آبادی نے خوب کہا ہے ؎

دیکھ کر رنگِ فنا خونِ جگر پینا پڑا

دل بہت جینے سے گھبرایا مگر جینا پڑا

میں چوں کہ ان حالات سے بے خبر تھا. اس لیے ایسا سوال کر بیٹھا - ان کا جواب سن کر مجھے اپنی حماقت پر بڑا دکھ ہوا کہ ایک زخم خوردہ آدمی سے کیسا نامناسب سوال کر کے خود بھی پشیمان ہوا اور ان کو بھی رنجیدہ کر دیا - بہرحال پھر دیر تک میں نے صبر کے موضوع پر گفتگو کی اور جب دیکھا کہ ان کی طبیعت کا رُخ بدل گیا ہے تو موضوعِ گفتگو تبدیل کر دیا اور کہا مجھے یہ معلوم ہو کر بڑی حیرت اور تعجب ہوا کہ آپ نے تنہا مثنوی مولانا رُوم جیسی بڑی کتاب کا مکمل طور پر سندھی میں منظوم ترجمہ کر دیا ہے! اُن کے چہرے پر مسرت کے آثار پیدا ہو گئے - انھوں نے والہانہ محبت اور خلوص کے ساتھ کہا:

"یہ سب کچھ میرے پیرِ طریقت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی دُعاؤں کی برکت ہے"

پھر انھوں نے اپنے پیر صاحب کا بڑے محبت بھرے انداز میں ذکر کیا - ان کو اپنے شیخ

سے بیحد محبت تھی۔ تھوڑی دیر یہ تذکرہ رہا - پھر وہ چلے گئے۔ اس کے بعد ہر تیسرے چوتھے دن ان کی تشریف آوری ہوتی رہی اور بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

ایک دن ان کے ساتھ ایک نہایت نحیف معمر خاتون بھی آئی اور ان کے ساتھ ہی برابر والی کرسی پر بیٹھ گئی ، بالکل دیہاتی قسم کی عورت ! میں نے سمجھا یہ مولانا کی خادمہ ہوگی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ان کی اہلیہ محترمہ ہیں ! یہ بھی اپنے علاج کے سلسلے میں آئی تھیں - ان کا بھی کچھ عرصے تک علاج ہوا مگر چونکہ دونوں نوجوان بیٹے کی موت کے زخم خوردہ تھے۔ علاج سے معمولی فائدہ ہوا۔ تقریباً ایک ماہ بعد علاج بند ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی سلسلۂ ملاقات بھی ختم ہوگیا۔ کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا اللہ کو پیارے ہوگئے۔

ہمیشہ رہے نام اللہ کا

آخر میں ایک بات اور عرض کردوں - مولانا نے ایک دن اپنی ایک کتاب (غالباً کلیاتِ ادیب) کا ایک دستخطی نسخہ مجھے عطا فرمایا اور کہا جب کبھی یہ کتاب ...کی نظر سے گزرے گی تو میری یاد آجائے گی۔

میں نے یہ مضمون اس لیے لکھا ہے کہ ان کی زندگی کے متعلق چند واقعات اور ...محفوظ ہوجائیں۔

... اچھے اور بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار ... فرمائے اور ان کی بے چین روح کو سکون عطا فرمائے۔

آمین